AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783
https://aljamei.com/index.php/ajrj

اسلامی بینکاری: تنقیدات، چیلنجز اور ترویج کے ممکنہ حل

Islamic Banking: Critiques, Challenges, and Possible Solutions for Promotion

Dr. Gulam Mustafa
Lecturer, institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology, MUST AJK, mustafa.iis@must.edu.pk
Dr. Muhammad Naveed
Deputy Registrar, Mirpur University of Science and Technology (must) Mirpur, AJK
naveed@must.edu.pk
Muhammad Imran Khan
Lecturer institute of Islamic studies Mirpur University of science and technology MUST
imran.iis@must.edu.pk

Abstract

Islamic banking has prominently emerged over the past few decades worldwide and is being promoted in many Muslim countries, including Pakistan, as an alternative to conventional banking. Although this system has gained public trust and acceptance, it has also faced various critiques at both scholarly and practical levels. Critics argue that Islamic banking suffers from a lack of standardized regulations, issues of transparency and accountability, and complexities in risk management. Due to these shortcomings, some experts label Islamic banking as merely the "Islamic version" of conventional banking.This study presents a scholarly and analytical review of the major critiques against Islamic banking and proposes possible solutions in light of the opinions of economists and Islamic jurists. It also includes a comparative analysis of successful global models of Islamic banking, such as those in Malaysia and the Gulf countries, to contextualize the Pakistani experience more clearly.The article concludes that Islamic banking must be realigned with its genuine Maqāṣid al-Sharīʿah (objectives of Shari'ah), namely transparency, justice, partnership, and public welfare. Achieving this goal requires joint efforts by experts in Shari'ah and finance, strong policymaking by the State Bank, and initiatives to restore public awareness and confidence.

Keywords: Islamic Banking · Critiques · Transparency and Accountability · Maqāṣid al-Sharīʿah · Promotion of Islamic Finance

اسلامی بینکاری گزشتہ چند دہائیوں میں دنیا بھر میں نمایاں طور پر ابھری ہے اور پاکستان سمیت متعدد مسلم ممالک میں اسے روایتی بینکاری کے متبادل کے طور پر فروغ دیا جا رہا ہے۔اگرچہ اس نظام نے عوامی سطح پر اعتماد اور قبولیت حاصل کی ہے، تاہم علمی و

عملی سطح پر اس پر مختلف تنقیدات سامنے آئی ہیں۔ناقدین کے مطابق اسلامی بینکاری میں معیاری ضابطے کی کمی، شفافیت اور احتساب کے مسائل، اور رسک مینجمنٹ کی پیچیدگیاں موجود ہیں۔ان نقائص کی بنا پر بعض ماہرین اسلامی بینکاری کو محض روایتی بینکاری کی "اسلامی صورت" قرار دیتے ہیں۔اس تحقیق میں اسلامی بینکاری کے خلاف اہم تنقیدات کا علمی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے اور مختلف ماہرینِ معیشت و فقہاء کی آراء کی روشنی میں ممکنہ حل تجویز کیے گئے ہیں۔عالمی اسلامی بینکاری کے کامیاب ماڈلز جیسے ملائیشیا اور خلیجی ممالک کے تجربات کا تقابلی مطالعہ بھی شامل ہے تاکہ پاکستانی تناظر کو مزید واضح کیا جا سکے۔یہ مقالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اسلامی بینکاری کو اپنے حقیقی مقاصدِ شریعت (شفافیت، انصاف، شراکت داری اور فلاحِ عامہ) کے مطابق تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔اس مقصد کے لیے شریعت اور مالیات کے ماہرین کی مشترکہ کاوش، اسٹیٹ بینک کی مضبوط پالیسی سازی، اور عوامی آگاہی و اعتماد کی بحالی بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔

اسلامی بینکاری کے فروغ اور اسکی ترویج کے لئے مختلف حل اور تجاویز پیش کی جاسکتی ہیں تاکہ اس شعبے کی ترقی کو مؤثر بنایا جاسکے۔ان تجاویز کا مقصد اسلامی بینکاری کو ایک مضبوط اور مستحکم مالیاتی نظام کے طور پر قائم کرنا ہے، جس میں نہ صرف اقتصادی ترقی کو فروغ دیا جاسکے بلکہ عوامی سطح پر اسکی پذیرائی بھی حاصل ہو۔ان ممکنہ حلوں میں عوامی آگاہی، ریگولیٹری فریم ورک کا مضبوط ہونا، مالیاتی مصنوعات میں تنوع، حکومت کی جانب سے مراعات، بینکوں کی شراکت داری اور کامیاب تجربات کو اجاگر کرنا شامل ہیں۔

ان تجاویز پر عمل کرکے اسلامی بینکاری کو ایک مستحکم اور عالمی معیار کا مالیاتی نظام بنایا جاسکتا ہے۔

اسلامی بینکاری کی ترویج اور اسکے ممکنہ حل بارے چند ماہرین اور جید علماء کی اراء

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ کا اسلامی بینکاری کے فروغ میں کردار: ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ (1926–2022) عصرِ حاضر کے سب سے بااثر اسلامی فقہاء اور مفکرین میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کا تعلق قطر سے تھا لیکن دینی تعلیم مصر کی جامعہ ازہر سے حاصل کی۔ وہ مسلم دنیا میں اسلامی معیشت، اخلاقی مالیات، زکوٰۃ، اور سود کے موضوعات پر فکری قیادت فراہم کرنے والوں میں سرفہرست رہے۔ انکی کتاب فقہ الزکاۃ اسلامی مالیاتی نظم کی بنیادوں میں شمار ہوتی ہے جبکہ فقه المعاملات المالية المعاصرة میں انہوں نے جدید مالیاتی معاملات پر شرعی تجزیہ پیش کیا ہے۔

اسلامی بینکاری کے متعلق نظریہ

ڈاکٹر قرضاویؒ نے اسلامی بینکاری کے فروغ کو محض ظاہری شرعی فتووں تک محدود رکھنے کی مخالفت کی۔ انکے نزدیک اسلامی مالیاتی نظام کو مقاصدِ شریعت (Maqasid al-Shariah) کی روشنی میں عملی اور سماجی انصاف پر مبنی بنانا لازم ہے۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ اگر اسلامی بینکاری صرف مرابحہ، اجارہ یا دیگر روایتی طرز پر چلے تو یہ سودی بینکاری کی نقل بن کر رہ جائے گی۔

تجاویز اور ممکنہ حل: مقاصدِ شریعت پر مبنی بینکاری نظام: اسلامی بینکاری کو فقہی جزئیات سے بلند ہو کر معاشی انصاف، غربت کے خاتمے، اور انسانی فلاح جیسے مقاصدِ شریعت کی بنیاد پر استوار کیا جائے۔ قرضاویؒ نے ہمیشہ زور دیا کہ صرف "حیلہ" اختیار کرنے سے اسلامی روح باقی نہیں رہتی۔

مرابحہ پر انحصار کم کرنے کی سفارش: وہ اس بات کے سخت ناقد تھے کہ اسلامی بینکوں نے مرابحہ جیسے ماڈلز کو اتنا عام کر دیا ہے کہ وہ عملی طور پر سودی قرضوں سے مشابہ ہو گئے ہیں۔ انکے مطابق اس رجحان کو تبدیل کرنا اور مضاربہ، مشارکہ، اور اجارہ جیسے حقیقی شراکت داری پر مبنی ماڈلز کو ترجیح دینا ضروری ہے۔

معاشرتی فلاح کو اسلامی بینکاری کا محور بنانا: اسلامی بینکوں کو صرف دولت مند طبقے کیلئے منافع بخش مصنوعات بنانے کی بجائے، سماج کے کمزور طبقات، چھوٹے کاروباروں، اور بے روزگار افراد کیلئے آسان مالیاتی سہولیات فراہم کرنی چاہئیں۔

1. زکوٰۃ اور صدقات کی مؤثر تنظیم
2. قرضاویؒ کا ماننا تھا کہ اسلامی مالیاتی اداروں کو زکوٰۃ و صدقات کی تنظیم کے ذریعے غربت کے خاتمے اور معاشی عدل کے قیام میں کردار ادا کرنا چاہیے۔[1]

پروفیسر خُورشید احمد اسلامی معیشت کے بانی مفکرین میں سے ایک: پروفیسر خُورشید احمد پاکستان کے نامور اسلامی مفکر، ماہر معاشیات، اور اسلامی بینکاری کے بانی نظریہ دانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا شمار ان ابتدائی مسلم اسکالرز میں ہوتا ہے جنھوں نے 1960 کی دہائی میں اسلامی معیشت اور سود سے پاک بینکاری کا باقاعدہ فکری خاکہ پیش کیا۔ آپ اسلامی نظریاتی کونسل، وفاقی شرعی عدالت، اور سپریم کورٹ کے سود مخالف فیصلوں میں فعال کردار ادا کر چکے ہیں۔

آپ نے نہ صرف نظریہ فراہم کیا بلکہ اسکی عملی تشکیل کیلئے ادارہ جاتی کوششیں بھی کیں، جیسے:

- Institute of Policy Studies (IPS), Islamabad کا قیام
- بین الاقوامی اسلامی اقتصادی فورمز میں نمائندگی
- اسلامی نظریاتی کونسل میں سود کے خاتمے کیلئے پالیسی سازی۔

اسلامی بینکاری سے متعلق نظریات: پروفیسر خُورشید احمد اسلامی بینکاری کو ایک جامع نظامِ معاشیات کا جزو سمجھتے ہیں۔ انکے نزدیک اسلامی بینکاری صرف سود سے پرہیز نہیں بلکہ ایک فکری، اخلاقی اور عملی تبدیلی ہے جس کا مقصد ایک عادل، فلاحی، اور شفاف مالی نظام قائم کرنا ہے۔ ان کا مؤقف ہے کہ: جب تک اسلامی بینکاری کا تعلق اخلاقی اقدار، انسانی فلاح اور معاشی انصاف سے نہ جوڑا جائے، تب تک یہ صرف ایک مالیاتی مشق ہی رہے گی، ایک 'اسلامی لبادہ' اوڑھ کر سودی نظام کی نقالی۔

ان کی تجویز کردہ عملی حل

1. مکمل معاشی نظام کی تبدیلی: پروفیسر صاحب اسلامی بینکاری کو معاشرے کے دیگر شعبوں جیسے پیداوار، تقسیمِ دولت، صارفین کے حقوق، اور مالی شفافیت سے جوڑتے ہیں۔ وہ زور دیتے ہیں کہ صرف بینکوں کو اسلامی بنانے سے کچھ نہیں ہوگا جب تک ریاستی سطح پر معاشی پالیسی سود سے پاک نہ ہو۔

2. ریاستی پالیسی میں سود کے خاتمے کی قانون سازی: انہوں نے 1990 اور 1999 میں وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ میں پیش ہو کر سود کی حرمت کے حق میں مدلل گواہی دی، جسکی بنیاد پر عدالت نے سود کے خلاف فیصلہ سنایا۔

3. فلاحی مالیات کا فروغ: وہ اسلامی مالیاتی اداروں کو صرف منافع بخش ادارے نہیں بلکہ "فلاحی مالیاتی نظام" بنانے پر زور دیتے ہیں، جہاں قرضِ حسنہ، زکوۃ، وقف جیسے ادارے کلیدی کردار ادا کریں۔

4. بینکاری میں اخلاقی اصولوں کی شمولیت: پروفیسر خُورشید کی تحریروں میں اخلاقیات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ وہ اسلامی بینکوں کو محض قانونی مطابقت سے نکال کر "اخلاقی اور روحانی اقدار" کے مطابق ڈھالنے کے حامی ہیں۔

5. تربیت یافتہ قیادت اور جدید تعلیمی اصلاحات: وہ بارہا اس امر پر زور دے چکے ہیں کہ اسلامی بینکاری کے پائیدار فروغ کیلئے ایسے ماہرین درکار ہیں جنھیں شریعت، معیشت اور جدید مالیاتی علوم پر یکساں عبور ہو۔

پروفیسر خُورشید احمد کے نزدیک اسلامی بینکاری کو سود سے پاک کرنے کا عمل صرف فنی یا فقہی مشق نہیں، بلکہ ایک سماجی اور اخلاقی تحریک ہے۔ اسکے بغیر نہ تو بینکاری نظام اسلامی بن سکتا ہے اور نہ ہی معاشی عدل کا حصول ممکن ہے۔ انکی فکر اسلامی مالیاتی نظام کو نفع اندوزی سے نکال کر معاشرتی خدمت کی راہ پر ڈالنے کی دعوت دیتی ہے۔

اسلامی مالیات کیلئے عالمی معیار سازی

انہوں نے اسلامی بینکاری کو عالمی سطح پر مؤثر بنانے کیلئے شریعہ کمپلائنس کے بین الاقوامی معیارات متعارف کروانے کی ضرورت پر زور دیا۔ انکے مطابق جب تک اسلامی مالیاتی مصنوعات میں عالمی اعتماد اور ضابطہ بندی (standardization) نہ ہوگی، یہ نظام محدود دائرہ کار میں ہی رہے گا۔

انکی کاوشیں اسلامی بینکاری کو صرف فقہی ردعمل سے نکال کر جامع معاشی و سماجی نظام بنانے کی جانب لے جاتی ہیں۔ انکے مطابق، اگر اسلامی بینکاری صرف منافع اور قانونی پہلو پر محدود ہوگئی تو یہ سودی نظام کی محض "اسلامی کاپی" بن جائے گی۔ انکی تجویز کردہ اصلاحات اسلامی بینکاری کو پائیدار، مؤثر، اور انسانی فلاح پر مبنی نظام میں تبدیل کرنے کی حقیقی بنیاد رکھتی ہیں۔ مروجہ 'اسلامی بینکاری' کے بارے میں اشکالات پر بحث ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ جہاں ایک طرف اس نظام کا انکار کرنے والے سپریم کورٹ میں سود کو جاری و ساری ر

کھنے کے حق میں دلائل دیتے ہیں، تو دوسری جانب دین سے گہری وابستگی رکھنے والے بعض مخلص حضرات 'اسلامی بینکاری' کے اس متبادل نظام کے بارے میں جو ابھی ابتدائی مراحل میں ہے، طرح طرح کے اشکالات پیدا کرتے ہیں۔[2]

ایک ایسے ماڈل کی تمنا رکھتے ہیں جو کمال کی حد تک ان تمام خرابیوں سے پاک ہو اور روایتی سودی بینکاری کا 100 فی صد متبادل ہو۔ وہ بجاطور پر 'اسلامی بینکاری' کی کم عمری (تقریباً 40 سال) کسی بھی مضبوط ریاستی و اداراتی اور حکومتی حمایت و سرپرستی کی غیر موجودگی اور اہلِ اختیار کی سود کے وبال سے لاعلمی و جہالت اور مغربی نظام سے مرعوبیت، معاشرے کے عمومی اخلاقی زوال کو 'اسلامی بینکاری' کی راہ میں رکاوٹ مانتے ہیں۔ مگر اپنے اسی مضمون میں 'شریعہ انجینیرنگ' یا 'حیلہ سازی' کی اصطلاح بھی متعارف کراتے ہوئے 'اسلامی بینکاری' کے مروجہ طریق کار کو مشکوک بھی قرار دیتے ہیں۔

ایسی صورتِ حال میں ضروری ہو جاتا ہے کہ اسلامی معیشت کے اہم عضو (organ) ''اسلامی بینکاری' کے طریق کار اور اسکی مختلف پراڈکٹس کے تعارف کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ 'اسلامی بینکاری' کے بارے میں اٹھنے والے اشکالات پر کچھ معروضات پیش کی جائیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی جدید اسلامی بینکاری کے روحِ رواں: مفتی محمد تقی عثمانی صاحب پاکستان کے ممتاز عالم دین، فقیہ، ماہرِ قانون، اور بین الاقوامی سطح پر معروف اسلامی بینکاری کے بانی مفکرین میں سے ہیں۔ آپ دیوبند کے دینی و فقہی ورثے سے تعلق رکھتے ہیں اور دارالعلوم کراچی کے صدر نشین ہیں۔ آپ طویل عرصہ پاکستان فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ شریعت اپیلیٹ بینچ کے جج بھی رہے۔

انہوں نے اسلامی بینکاری کا نہ صرف تصور پیش کیا بلکہ اسے عملی شکل دینے میں عالمی سطح پر کردار ادا کیا۔ انکے اثرات Meezan Bank (پاکستان)، AlBaraka Bank (بحرین)، Dar Al Sharia (دبئی)، اور دیگر اسلامی مالیاتی اداروں میں واضح نظر آتے ہیں۔

اسلامی بینکاری سے متعلق مفتی تقی عثمانی کا تصور: مفتی صاحب اسلامی بینکاری کو صرف "سود سے بچاؤ" نہیں بلکہ "شریعت کے احکام کے مطابق معاشی معاملات کو ڈھالنے" کا عمل سمجھتے ہیں۔ انکے نزدیک: اسلامی بینکاری کی بنیاد محض فقہی چالاکی پر نہیں بلکہ شریعت کے مقاصد (Maqasid al-Shariah) کی پاسداری اور ان پر حقیقی عمل درآمد پر ہونی چاہیے۔

تجویز کردہ ممکنہ حل اور سفارشات

1. اسلامی بینکاری میں "نفع و نقصان کی شراکت" (Mudarabah & Musharakah) کو فروغ دینا:

- مفتی صاحب کی مستقل شکایت یہ رہی ہے کہ اسلامی بینکاری نے مرابحہ جیسے ڈیٹ بیسڈ ماڈلز پر بہت زیادہ انحصار کر لیا ہے، جس سے یہ سودی بینکاری سے مشابہت اختیار کر گئی ہے۔[3]

- انکے مطابق اسلامی بینکوں کو مشارکہ، مضاربہ، اجارہ، استصناع جیسے شراکت دارانہ اور اثاثہ بنیاد ماڈلز پر منتقل ہونا چاہیے۔

2. تربیت یافتہ شریعت اسکالرز اور جدید ماہرین کی ٹیم کی تشکیل:

- انہوں نے تجویز دی ہے کہ ہر اسلامی مالیاتی ادارے میں مستقل شریعہ بورڈ ہو، جو نہ صرف فیصلے کرے بلکہ مالیاتی اسکیموں کی نگرانی بھی کرے۔
- شریعہ اسکالرز کو جدید فنانس سے اور فنانس ماہرین کو شریعت سے واقفیت دینا ضروری ہے۔

3. معاشرتی اور اخلاقی پہلو کو شامل کرنا:

- مفتی صاحب کے مطابق اسلامی بینکاری کو اخلاقیات، دیانت، اور معاشرتی فلاح کو مرکز بنانا چاہیے، اور محض منافع کو مقصد نہیں بنانا چاہیے۔
- وہ زور دیتے ہیں کہ اسلامی بینکوں کو غریبوں کی مالی شمولیت، قرضِ حسنہ اسکیمز، اور وقف فنڈز جیسے ادارہ جات سے جوڑنا چاہیے۔

4. فقہی حیلوں سے اجتناب:

- مفتی صاحب تنبیہ کرتے ہیں کہ اسلامی بینکوں میں "حیلہ" (legal stratagem) کے ذریعہ سود سے بچنے کی کوشش شریعت کے مقاصد کے برعکس جاسکتی ہے۔
- انکے نزدیک اصل چیز "روحِ شریعت" ہے، نہ کہ صرف "صورت کی مطابقت"۔

5. قانون سازی اور ریاستی سطح پر سود کے خاتمے کی کوشش:

- آپ نے عدالتوں میں بھی واضح مؤقف اپنایا کہ سود صرف معاشی نقصان کا ذریعہ نہیں بلکہ الٰہی وعید کا مستحق عمل ہے، جسکے بغیر اسلامی معیشت نامکمل ہے۔
- وہ پاکستانی بینکاری نظام سے مکمل سود کے خاتمے کیلئے مضبوط قانونی، اخلاقی، اور ادارہ جاتی اقدامات کی وکالت کرتے ہیں۔

مفتی محمد تقی عثمانی نے اسلامی بینکاری کو عالمی سطح پر ایک قابلِ عمل، معتبر اور شرعی لحاظ سے مضبوط نظام بنانے میں مرکزی کردار ادا کیا۔ انکی تجاویز اسلامی بینکاری کو سودی بینکاری کی مشابہت سے نکال کر شراکت داری، اخلاقیات، اور فلاحِ عامہ کے اسلامی اصولوں پر مبنی بنانے کی عملی کوشش ہیں۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی اسلامی اقتصادی فکر کے ممتاز مفکر

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی (1931–2022) بھارت سے تعلق رکھنے والے اسلامی معاشیات کے ممتاز ماہر، مصنف اور مفکر تھے۔ انہوں نے اسلامی معیشت، سود، اور بینکاری نظام پر گراں قدر علمی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور

کنگ عبد العزیز یونیورسٹی (جدہ) میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔انہیں 1982 میں اسلامک ڈیولپمنٹ بینک (IDB) کی جانب سے اسلامی معاشیات میں خدمات پر بین الاقوامی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

اسلامی بینکاری سے متعلق فکر:

ڈاکٹر صدیقی اسلامی بینکاری کو اسلامی معاشرتی و معاشی عدل کے قیام کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔انکے نزدیک بینکاری کا نظام صرف سود سے بچاؤ کا نام نہیں بلکہ عوامی فلاح، غربت کے خاتمے، اور اقتصادی عدل کا ضامن ہونا چاہیے۔

انکے کئی مضامین اور کتابیں اسلامی بینکاری میں اخلاقی اصول، نفع و نقصان کی شراکت، اور حقیقی معیشت سے تعلق پر زور دیتی ہیں۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کی تجاویز اور ممکنہ حل:

1. **روایتی بینکاری کے ماڈل کی نقالی سے اجتناب:** صدیقی صاحب اسلامی بینکاری میں "مرابحہ" اور "اجارہ" جیسے فقہی چالاکیوں پر مبنی ماڈلز کو مؤثر نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ ان میں سودی نظام کی ساخت کی مشابہت پائی جاتی ہے۔انکے مطابق یہ ماڈلز اسلامی بینکاری کی روح سے دور اور مقاصد شریعت کے برعکس ہیں۔[4]

2. **مشارکہ و مضاربہ کا فروغ:** وہ اسلامی مالیاتی اداروں کو مشورہ دیتے تھے کہ وہ مضاربہ اور مشارکہ جیسے شراکت داری کے ماڈلز کو فروغ دیں تاکہ معاشی عدل اور منصفانہ منافع کا نظام قائم ہو۔انکے مطابق نفع و نقصان میں شراکت ہی اسلامی بینکاری کی اصل بنیاد ہونی چاہیے۔[5]

3. **غریبوں کیلئے مالیاتی رسائی:** ڈاکٹر صدیقی نے اسلامی بینکوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی خدمات صرف کارپوریٹ سیکٹر تک محدود نہ رکھیں بلکہ چھوٹے کاروباروں، کسانوں، اور نچلے طبقے کیلئے بھی شرعی بنیادوں پر مالیاتی حل فراہم کریں۔

انہوں نے "Islamic Microfinance" کے فروغ پر زور دیا۔

4. **مقاصدِ شریعت پر مبنی حکمت عملی:** انکے مطابق اسلامی بینکاری کو محض حرام سے بچنے کی سوچ سے نکال کر خیر کے فروغ اور معاشرتی بہتری کی طرف بڑھنا چاہیے۔

5. **شفافیت اور احتساب:** صدیقی صاحب بینکاری نظام میں شفافیت، اخلاقیات، اور سماجی جواب دہی کو ناگزیر قرار دیتے تھے۔وہ کہتے تھے کہ اسلامی مالیاتی ادارے صرف نام کے اسلامی نہ ہوں بلکہ عملی طور پر بھی مختلف ہوں۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کا نقطۂ نظر اسلامی بینکاری کو ایک اخلاقی، منصفانہ اور عوام دوست معاشی نظام کے طور پر اپنانے پر مبنی تھا۔انہوں نے سودی نظام سے مشابہت، محدود صارفین تک رسائی، اور منافع پر مرکوز بینکاری پر تنقید کی، اور اسلامی بینکاری کو فلاحی اور شراکتی ماڈلز کی طرف لے جانے کی بھرپور وکالت کی۔[6]

پروفیسر عبدالغفور

پروفیسر عبدالغفور (1924–2007) پاکستانکے معروف اسلامی مفکر، دانشور، اور جماعت اسلامی پاکستانکے سابق امیر تھے۔ انہوں نے اسلامی معیشت، سیاست، اور سماجی عدل کے موضوعات پر کثیر تحریری کام کیا۔

ان کی تحریروں میں اسلامی معاشی فکر کو ایک جامع نظام کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو نہ صرف سود سے پاک ہو بلکہ معاشرتی عدل، اخلاقیات، اور انسانی فلاح پر مبنی ہو۔

اسلامی بینکاری سے متعلق فکر: پروفیسر عبدالغفور اسلامی بینکاری کو ایک نظام عدل کا حصہ سمجھتے تھے، نہ کہ صرف ایک متبادل بینکاری ماڈل۔ انکے مطابق اسلامی بینکاری کا مقصد صرف "interest-free" مالیاتی خدمات فراہم کرنا نہیں بلکہ اسلامی معاشرتی و اقتصادی اصولوں کو نافذ کرنا ہے، جس میں:

- دولت کی منصفانہ تقسیم
- غریبوں اور محروم طبقات کیلئے مالی سہولیات
- اخلاقی و شفاف کاروباری رویے
- زکوۃ و صدقات کا فعال استعمال شامل ہیں۔

اہم تجاویز اور ممکنہ حل

1. **سود سے اجتناب بذریعہ حقیقی تجارت:** انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اسلامی بینک صرف سود سے اجتناب کیلئے "فقہی حیلوں" (legal tricks) پر انحصار نہ کریں، بلکہ اصل تجارت، پیداوار، اور خدمات پر مبنی ماڈلز اپنائیں، مثلاً:

- مشارکہ
- مضاربہ
- سلم اور استصناع

2. **مقاصدِ شریعت کی بنیاد پر اصلاح:** اسلامی بینکاری کو فقہی جزئیات سے اوپر اُٹھ کر مقاصدِ شریعت (Maṣāliḥ, ʿAdl, Iḥsān) کو مدنظر رکھنا چاہیے، تاکہ یہ ایک مکمل اقتصادی نظام کا حصہ بنے۔

3. **حکومتی سرپرستی و ریاستی ذمہ داری:** انکے مطابق صرف نجی بینکوں کے ذریعے اسلامی بینکاری کی ترقی ممکن نہیں، بلکہ ریاستی سطح پر سودی نظام کا خاتمہ اور اسلامی مالیاتی اداروں کو سرکاری سرپرستی دینا ضروری ہے۔

4. **تعلیم و تربیت کی ضرورت:** انہوں نے اسلامی مالیات کے ماہرین کی کمی کو ایک بنیادی مسئلہ قرار دیا اور اسلامی اقتصادیات کی تعلیم و تربیت کے فروغ پر زور دیا تاکہ ایسے ماہرین پیدا ہوں جو اسلامی اصولوں کی روشنی میں جدید مالیاتی نظام کو سمجھ کر بہتر حل پیش کریں۔[7]

گہری بصیرت رکھنے والے عالم دین ہیں۔ وہ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے مہتمم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگرم رکن بھی رہے ہیں۔ معیشت، بینکاری اور اسلامی قوانین پر انکے تجزیے علمی اور دینی حلقوں میں وسیع اثر رکھتے ہیں۔ اسلامی بینکاری اور معاصر مالیاتی نظاموں پر انکی تحریریں ایک متوازن اور فکری نقطہ نظر پیش کرتی ہیں۔

مولانازاہدالراشدی

مولانا زاہد الراشدی پاکستانکے ممتاز دینی اسکالر، دانشور، اور اسلامی معیشت و فقہ کے ماہر ہیں۔ آپ جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے شیخ الحدیث اور معروف مجلہ "الشریعہ" کے مدیر ہیں۔ ملک بھر میں دینی مدارس، اسلامی قانون، سیاست، اور جدید مسائل پر انکی علمی بصیرت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ انہوں نے اسلامی بینکاری اور معاصر مالیاتی نظام میں شریعت کے نفاذ کے حوالے سے کئی اہم مقالات و خطابات پیش کیے ہیں۔ زاہد الراشدی صاحب لکھتے ہیں کہ

روزنامہ نوائے وقت لاہور میں 10 جنوری 2006ء کو شائع ہونے والے ایک کالم کے مطابق ملک میں اسلامی بینکاری کے فروغ کیلئے اسلامک فنانشل سروسز انڈسٹری کے تحت دس سالہ پلان تشکیل دیا گیا ہے۔ اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ انسٹیٹیوٹ، اسلامک ڈویلپمنٹ بینک اور اسلامک فنانشل سروسز بورڈ کے مشترکہ تعاون سے منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جائے گا، اسلامک فنانشل سروسز کو عالمی تناظر کو سامنے رکھتے ہوئے بنایا جائے گا اور اسلامی بینکاری میں اجارہ، مضاربہ، مرابحہ، مشارکہ، قرض حسنہ، صدقہ، سکوک، تکافل، زکٰوۃ کے فروغ اور اسے لاگو کرنے کیلئے پالیسیاں وضع کی جارہی ہیں۔ پیش کردہ اندازے کے مطابق آئی ایف ایس آئی کے تحت اس پروگرام کی کامیابی کی صورت میں اسلامی بینکاری کا مالیاتی حجم 3641 ملین ڈالر تک پہنچ جائے گا، منصوبہ میں نئے اسلامی بینکوں کا قیام اور روایتی بینکاری کو اسلامی بینکاری کے تحت تبدیل کرنے کا مرحلہ وار پروگرام بھی شامل ہے۔

ایک دور وہ تھاجب معیشت، بینکاری اور تجارت کے حوالہ سے اسلامی تعلیمات کی بات کی جاتی تھی تو ہمارے جدید تعلیم یافتہ دوست یہ کہہ کر چہرے کارخ دوسری طرف کر لیا کرتے تھے کہ یہ پرانے دور کی باتیں ہیں جو فرسودہ ہو چکی ہیں، آج کے دور میں ان پر عمل ممکن نہیں ہے اور انکی بنیاد پر کوئی قابل عمل سسٹم ترتیب نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن یہ اسلام اور اسکی تعلیمات کا اعجاز ہے کہ آج ان شعبوں میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ترمیم اصلاح اور انکی از سر نو تشکیل کے منصوبے بن رہے ہیں اور ان کیلئے اعلیٰ سطح پر پیشرفت ہو رہی ہے۔

ہمارے لیے یہ بات انتہائی خوشی کا باعث ہے لیکن اسکے ساتھ تشویش کا یہ پہلو بھی ہمارے سامنے ہے کہ ان منصوبوں اور پروگراموں کیلئے رجال کار کی فراہمی چند افراد کی استثناء کے ساتھ جدید تعلیم کے اداروں کی طرف سے ہو رہی ہے جو فن اور تکنیک کے حوالہ سے یقیناً معیشت و بینکاری کا بہترین تجربہ رکھتے ہیں لیکن ان شعبوں کے بارے میں اسلامی تعلیمات سے کماحقہ بہرہ ور نہیں ہیں۔ اس لیے ہمیں

ڈر لگ رہا ہے کہ جس طرح حدود و تعزیرات اور دیگر چند شرعی قوانین سالہا سال سے نافذ ہونے کے باوجود کامیاب نہیں ہو رہے اور اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ شرعی قوانین جس عدالتی نظام کے ذریعے نافذ کیے گئے ہیں وہ عدالتی نظام اسلامی اصولوں کی بجائے نو آبادیاتی فرنگی نظام کے تحت تشکیل پایا ہے، اور جن افراد اور رجال کار کے ہاتھوں ان شرعی قوانین کی عملداری کا اہتمام کیا گیا ہے انکی غالب اکثریت خود اپنے شعبہ کے بارے میں بنیادی اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور نہیں ہے۔ اس لیے یہ شرعی قوانین کاغذی طور پر نافذ ہونے کے باوجود مثبت نتیجہ نہیں دے رہے بلکہ اس سے انکے آج کے دور میں ناقابل عمل ہونے کے تاثر کو تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ اسی طرح معیشت و تجارت اور بینکاری کے شعبوں میں اسلامی تعلیمات کو موجودہ سسٹم میں فٹ کرنے اور اسلامی تعلیمات سے نابلد رجال کار کے ذریعے ان پر عملدرآمد کے اہتمام کرنے سے اسی طرح کے نتائج سامنے آنے کا خطرہ ہے۔

گزشتہ دنوں ایک مجلس میں تبلیغی جماعت سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ نے اس سلسلہ میں اچھی مثال دی کہ اگر کوئی شخص اس سال کی حسینہ عالم کو بھاری معاوضہ دے کر اس بات پر آمادہ کرلے کہ وہ اس کا خوبصورت ناک پلاسٹک سرجری کے ذریعے اپنے چہرے پر فٹ کرانا چاہتا ہے، حسینہ عالم اس بات پر تیار ہو جائے اور پلاسٹک سرجری کے ذریعہ وہ شخص اسکے ناک کو اپنے چہرے پر فٹ کرالے تو اس سے نہ اسکے حسن میں اضافہ ہو گا اور نہ ہی ناک کا حسن باقی رہے گا بلکہ ناک اپنا حسن کھو بیٹھے گا اور اس شخص کا چہرہ پہلے سے زیادہ بدصورت ہو جائے گا۔ بلاشبہ یہ ناک اس سال کا سب سے خوبصورت ناک سمجھا گیا ہے لیکن اسکی تمام تر خوبصورتی اس جسم کے تناسب اور تناظر میں ہے جسکے ساتھ اسے یہ اعزاز ملا ہے، اس سے ہٹ کر اسکی خوبصورتی نہ صرف یہ کہ قائم نہیں رہے گی بلکہ بدصورتی میں تبدیل ہو جائے گی۔ اسی طرح اسلامی حدود و تعزیرات اور بلا سود بینکاری بلاشبہ دنیا کے سب سے اعلیٰ قوانین ہیں لیکن انکی برتری اور خوبصورتی کا مدار اس پر ہے کہ وہ پورے اسلامی نظام کے ساتھ ہوں اور انہیں چلانے والے افراد اسلامی تعلیمات سے کماحقہ بہرہ ور ہوں ورنہ وہ اپنی افادیت اور خوبصورتی سے محروم ہو جائیں گے۔

اس سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ یہ عمل روک دیا جائے اور اس پیشرفت کو بریک لگا دی جائے، البتہ ہماری یہ خواہش ضرور ہے کہ اس عمل کیلئے ایسے رجال کار کی فراہمی کی طرف زیادہ توجہ دی جائے جو معیشت، تجارت اور بینکاری کے جدید اصولوں اور سسٹم سے کماحقہ واقفیت رکھنے کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیمات سے بھی گہری آگاہی اور ادراک رکھتے ہوں اور اس کیلئے سب سے زیادہ دینی مدارس کو توجہ دینا ہوگی کہ وہ اپنے ذہین، باذوق اور باصلاحیت فضلاء کو اس مقصد کیلئے تیار کریں۔

ہمارا خیال ہے کہ اگر ملک کے چالیس پچاس بڑے مدارس اس امر کا اہتمام کرلیں کہ اپنے فضلاء میں سے ہر سال دو یا تین طلبہ کو اپنے نظم کے تحت معیشت اور بینکاری کے جدید اصولوں اور سسٹم کی باقاعدہ تعلیم دلائیں اور انہیں ماسٹر ڈگری (ایم اے) تک لے جا کر اس شعبہ کیلئے تیار کریں تو معیشت کے ان شعبوں میں ہونے والی مذکورہ بالا پیشرفت کو مفید بنایا جا سکتا ہے۔ ورنہ یہ تگ و دو بھی ایسا کرنے و

الوں کے تمام تر خلوص کے باوجود حدود و تعزیرات کے قوانین سے مختلف نتائج حاصل نہیں کر سکے گی، خدا کرے کہ ہم اس سلسلہ میں بروقت کوئی مثبت اور مفید کردار ادا کر سکیں، آمین یارب العالمین۔[8]

چند مزید اہم تجاویز اور ممکنہ حل کی صورتیں: اسلام نے سود کو حرام قرار دیا اور امت کا بحیثیت مجموعی اس پر اتفاق ہے۔ اسلام نے جہاں معیشت کے اصول و ضوابط واضح کیے ہیں، وہیں تجارت کی مختلف رائج صورتوں کی تشریح علم حدیث کے ذریعے کر دی گئی ہے۔ تاہم، یہ بھی حقیقت ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ کاروبار کی نوعیت کے پیش نظر کاروباری طریق کار بھی بدلتے رہتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ کسی بھی ملک میں عام رائج شدہ قوانینِ معیشت سے متعلق ہر آنے والے وقت میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ کھانے پینے کی اشیا کا نقد (cash) کے بدلے فوری تبادلہ اب کئی صورتوں میں ناممکن ہے۔ یوکرائن یا آسٹریلیا سے گندم منگوانے کیلئے بینک کے ذریعے لیٹر آف کریڈٹ کی ضرورت پڑے گی، اسی طرح کے بہت سارے دوسرے معاملات میں بینکوں کے توسط سے ہی تجارتی معاملات طے پاسکتے ہیں۔[9]

مثال کے طور پر اس حقیقت پر سب کا اتفاق ہے کہ 1975ء سے پہلے کسی اسلامی بینک کا کوئی وجود نہیں تھا اور کوئی ایسا ماڈل بھی نہیں تھا کہ جسکی طرز پر نئے بینک کا اجراء ہوتا۔ 'دوبئ اسلامک' کی بنیاد رکھی گئی تو لا محالہ مروجہ بینکنگ نظام کو سامنے رکھتے ہوئے، اس میں اسلامی اصولوں کے مطابق تبدیلیاں کر کے ہی کام کو آگے بڑھایا جا سکتا تھا، اور سٹاف بھی دوسرے بینکوں سے لینا ایک مجبوری تھی۔ البتہ 1975ء سے اب تک قائم کیے گئے اسلامی بینکوں کے طریق کار میں بہت سی تبدیلیاں آچکی ہیں۔ ہر بینک کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے کھاتہ داروں (customers) کو دوسرے بینکوں سے بہتر سہولیات اور سروسز مہیا کرے۔ اسلامی بینکوں کے پراڈکٹس اور سروسز میں بھی وقت کے ساتھ جدت آئی ہے۔[10]

سب سے زیادہ تنقید کا نشانہ بننے والا لفظ شرح (فی صد) منافع ہے۔ حالانکہ عام زندگی میں کسی بھی کاروبار کی منافعت یا نفع کو بیان کرنے کیلئے شرح (فی صد) ہی میں بات کی جاتی ہے۔ جس طرح کہ تعمیراتی کاروبار میں شرح منافع 10(Profit Margin) فی صد یا جائیداد میں 30 فی صد ہے۔ جب بات اسلامک بینک کی ہو تو 'مرابحہ' کے تحت گاڑیوں، جائیداد، مشینری کی قیمت میں اضافہ مثال کے طور 10 فی صد یا جو بھی ہو (جو ادھار فروخت کرنے پر جائز ہے)، اُسے فوراً سود کا نام دے دیا جاتا ہے۔ جیسے بازار میں گاڑی نقد 20 لاکھ اور ادھار 22 لاکھ میں فروخت ہو تو جائز سمجھا جاتا ہے، مگر جب یہی کام اسلامی بینک کرے تو یہ اضافہ سود۔ شرح منافع کا تعین، دراصل بازار میں رائج تجارتی سرگرمیوں کے باعث ہوتا ہے، جن پر اسلامی یا غیر اسلامی بینک کا کنٹرول نہیں ہوتا۔ بین الاقوامی بازار میں لندن جسکو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس کا LIBOR اور یہاں پاکستان میں KIBOR کو Bench Mark کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ ہر ملک کی معیشت اور اس سے ملحق دوسرے معاشی اشاریئے اس ملک میں سرمایہ کاری کیلئے شرح منافع کا تعین کرتے ہیں۔

اسلامی بینک، نفع و نقصان کی بنیاد پر سرمایہ لیتے اور اس سے سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ بینکنگ کا نظام کافی ترقی کر چکا ہے۔ انکی بہتر کارکردگی کی بنیاد پر عموماً نقصانات کا اندیشہ بالکل ختم نہیں تو کم ضرور ہوتا جا رہا ہے۔ بینک ہمیشہ ہی منافع کیوں دیتے ہیں؟ یہ ایک غیر منطقی سوال ہے۔ ایک اور یہ توجیہہ کہ اسلامی بینکوں کو کبھی نقصان نہیں ہوتا، یہ تاثر بھی غلط فہمی کی بنا پر ہے۔ کوئی بھی بینک اسلامی ہو یا غیر اسلامی اسکے کھاتے اٹھا کر دیکھیں۔ کتنی رقوم Bad Debit (حالیہ یا مستقبل) کیلئے سالانہ بنیادوں پر منافع سے منہا کر کے ریزرو (محفوظ) کے طور پر رکھی جاتی ہیں۔ اسلامی بینک جو مختلف اسلامی پراڈکٹس میں سرمایہ کاری کرتے ہیں، ہمیشہ ساری رقوم واپس نہیں ہوا کرتیں۔ ایک اور غلط فہمی اسلامی بینکوں کی طرف سے مشارکہ میں سرمایہ کاری کا نہ ہونا ہے۔ 'مشارکہ' 'اسلامی بینکاری' کا اہم ستون ہے، اس میں سرمایہ کاری بہت ضروری ہے۔ اس وقت اسلامی بینک، اسٹیٹ بینک کے اسلامی بینکوں کیلئے مقرر کردہ قواعد و ضوابط جو بینکنگ آرڈیننس کے تحت بنائے گئے ہیں کے تحت اپنی سرگرمیاں انجام دیتے ہیں۔

اسلامی بینک جن پراڈکٹس (مرابحہ، مشارکہ، مضاربہ، بیع سلم، اجارہ و وکالہ وغیرہ) کے ذریعے سرمایہ فراہم کرتے ہیں، انکے بارے ہمارے تجارتی قوانین (Commercial Law) میں کوئی قانونی تحفظ نہیں (فاضل مضمون نگار نے خود اس بات کی شہادت دی ہے)۔ سرمایہ کاری کے بارے قانونی تحفظ کی عدم موجودگی میں اسلامی بینک عموماً 'مشارکہ' میں سرمایہ کاری کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔ اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ 'مشارکہ' میں بالکل ہی سرمایہ کاری نہ کی جائے۔ تجرباتی طور پر تو انھیں ابتدا کرنی چاہیے۔ ایک اور اہم بات 'حیلہ سازی' ہے، جسے مضمون نے 'شریعہ انجینیرنگ' کے الفاظ سے منسوب کیا ہے۔ جیسا کہ سطور بالا میں واضح کیا گیا ہے کہ وقت کے ساتھ تجارتی معاملات میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں۔ آج کے دور میں تجارتی معاملات کا قرون اولیٰ تو دور کی بات ہے، پچاس سال پہلے رائج طریق کار کے ساتھ موازنہ بھی قرین قیاس نہیں ہوگا۔ دو افراد کے بیچ خرید و فروخت کے معاہدے جو مقامی سکّے کے عوض انجام پاتے تھے، اب گاؤں سے شہر، شہر سے ملکی منڈی اور دنیا کے بیسیوں ممالک کے آپس میں تجارت، مختلف کرنسیوں (جسکی قیمت کا اُتار چڑھاؤ ایک علیحدہ تجارت بن چکا ہے) میں ہوتی ہے۔[11]

ایسی صورتِ حال میں لامحالہ رائج تجارتی سرگرمیوں کی ضروریات کو پیش نظر رکھ کر ہی اسلامی پراڈکٹس کو متعارف کرایا جائے گا۔ اور مرابحہ، مشارکہ، مضاربہ اور دوسری پراڈکٹس میں منافع کو اسطرح شامل کرنا کہ تمام تجارتی معاہدے، شرعی حدود کے اندر اور اسلامی قوانین کی روشنی میں کیے جائیں۔ اس طرح کے اقدامات جو موجودہ دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تجارتی سرگرمیوں میں اضافے کی خاطر باقاعدہ ایک شریعہ بورڈ کی نگرانی میں طے ہوں، انکو 'شریعہ انجینیرنگ' کے ذریعے سودی نظام کو دوام دینے کا نام کہنا زیادتی تصور ہوگی۔ 'اسلامی بینکاری' میں رائج تمام پراڈکٹس حقیقی تجارتی سرگرمیوں کا ذریعہ بنتی ہیں، سوائے 'تورّق' (Tawaraq)

کے۔ اسلامی بینک نقد سرمایہ مہیا کرنے کی خاطر، جو کسی بھی کاروبار کو ابتدا میں آپریٹنگ حالت میں لانے کیلئے بہت اہم ہوتا ہے، 'تورّق' کا ذریعہ اختیار کرتا ہے، جس بارے تحفظات موجود ہیں اور ابھی تک اس کا کوئی متبادل نہیں لایا جاسکا۔

ان معروضات کے بعد اب ان اشکالات کا مختصر اقتباسات کا جائزہ جو مضمون نگار کی تحریر میں اُٹھائے گئے ہیں۔ تحریر کا مرکزی نکتہ تو 'اسلامی بینکاری' میں رائج پراڈکٹس کے ذریعے کمایا جانے والا ہر منافع (بقولِ مضمون) اصل میں 'سود' ہی ہے۔ اس کا جواب ضمنی طور پر تحریر میں دیا گیا ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر اً پراڈکٹس کے بارے علیحدہ علیحدہ کچھ وضاحت ہو جائے۔

1۔ **'مرابحہ'/ 'مساومہ'**: 'اسلامی بینکاری' میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی پراڈکٹس ہیں۔ چونکہ اسلامی بینک ذاتی ضروریات ہوں یا کاروباری مقاصد، قرض بطور نقد نہیں دے سکتے۔ اجناس ہوں یا مشینری اور گاڑیاں، زمین یا کوئی دوسری اشیا کاروباری مقاصد کیلئے ہوں یا ذاتی ضروریات کے لیے، انکے حصول کیلئے بینک سے معاونت درکار ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ان اشیا کو بینک پہلے نقد پر خریدتا ہے۔ قبضے میں لینے کے بعد انھیں اُدھار میں فروخت کرتا ہے۔ طے شدہ قیمت فروخت (قیمت خرید + بینک کا منافع) کا تعین ہوتا ہے۔ قیمت فروخت یک مشت یا اقساط میں ادا ہوسکتی ہے۔ ایک بار قیمت مقرر ہونے کے بعد اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ یہ ایک تجارت ہے جہاں اجناس یا پراپرٹی ایک فرد کی ملکیت سے دوسرے کو منتقل ہوتی ہے۔ شرعاً اُدھار کی قیمت میں اضافہ ناجائز نہیں ہے۔ اس طرح سے حاصل کیا گیا منافع سود کے زمرے میں نہیں آتا۔

2۔ **'مضاربہ'**: اسلامی بینکوں میں بطور سرمایہ کاری جمع شدہ رقوم (بچت اور طویل مدتی کھاتے) مضاربہ کے تحت جمع ہوتے ہیں۔ بینک اور کھاتہ دار کے درمیان منافع کی تقسیم طے شدہ معاہدے کے مطابق ہوتی ہے۔ بچت کھاتے داروں (Saving) اور طویل مدتی (Time deposits) کیلئے شرح مختلف ہوتی ہے۔ بینک ماہانہ، سہ ماہی، ششماہی یا جو بھی صورتِ حال ہو، منافع تقسیم کرتے ہیں۔ ہر بینک کی پالیسی دوسرے بینک سے مختلف ہوسکتی ہے۔ منافع کی شرح بھی کم یا زیادہ ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اگر کسی بینک نے معاہدے کے وقت بتائے اندازاً منافع مثلاً 10 فی صد ہی کے مطابق اصل منافع یعنی 10 فی صد ہی دے دیا، تو اس پر سود کا اطلاق کیسے ہو گیا؟ یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس سال تجارتی سرگرمیاں اور مجموعی معاشی حالات ایک جیسے ہوں۔ عموماً بینک کی شرح منافع تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔

3۔ **'اجارہ'**: اجارہ (Leasing) گاڑیوں کا ہو یا گھر و مشینری کا، یہ بینک کی ملکیت ہوتی ہیں اور اس کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے۔ عموماً اسطرح کے معاہدات، مقررہ مدت کیلئے ہوتے ہیں۔ اور جب بینک متعلقہ جنس کی قیمت کرایہ سمیت وصول کرلیتا ہے، تو اسکی ملکیت ایک معمولی رقم کے عوض کرایہ دار کو منتقل کر دی جاتی ہے۔ اور اسکیلئے شروع ہی میں ایک علیحدہ معاہدہ ہوتا ہے۔ جو پہلے معاہدے (اجارہ) کی تکمیل کیلئے تصور کیا جاتا ہے۔ مضمون نگار کا اس پر اعتراض (بیعتین) وزن رکھتا ہے۔ یہ ایک فقہی معاملہ ہے، جس

پر اختلاف رائے موجود ہے۔ البتہ یہ تصور کرلینا کہ ساری گاڑیاں 'اجارہ' پر ہی دی جاتی ہیں، درست نہیں۔ بہت سی گاڑیاں 'مرابحہ' کے تحت بھی فروخت کی جاتی ہیں۔ ان پر بیعین کا اصول لاگو نہیں ہوگا۔

4۔ **'بیع السلم' اور 'استصناع'**: کے معاملات میں بھی تمام معاہدات شریعہ ضوابط کے تحت کیے جاتے ہیں، اور بینک کی سرمایہ کاری تجارتی سرگرمی سے متعلق ہوتی ہے۔ ان سے حاصل منافع بھی شرعی قواعد کے تحت انجام پائے جانے والی تجارت کے تحت ہی وصول ہوتا ہے۔[12]

5۔ **'وکالہ الاستثمار'**: وکالہ الا استثمار (ایک متعین اُجرت و الا معاہدہ) کے بارے بھی ایک شبہہ ظاہر کیا گیا ہے۔ اس طرح کے معاہدے میں بینک صرف اُجرت کا حق دار ہوتا ہے اور نفع و نقصان کا ذمہ دار موکل ہوتا ہے۔ جس میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ موکل کو متوقع منافع یقینی بنانے کیلئے بینک اپنی اجرت میں کمی کر دیتا ہے۔ اصولی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی بینک اپنے حق (اُجرت) سے کم لے رہا ہے تو کیا یہ کوئی جرم ہوگا؟ بینک اپنی مرضی سے اپنی فیس / اُجرت میں یک طرفہ طور پر کمی کر رہا ہے، جسے مارکیٹنگ کا ایک عمل بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔[13] دوم یہ کہ بینک جس مخصوص کاروبار میں ایک مخصوص ٹرانزیکشن (Transaction) میں موکل کا سرمایہ لگا رہا ہے، اس میں منافع کا یقینی ہونا نہ تو خلاف شرع اور نہ تجارتی اصول ہی کے خلاف ہوگا۔ مثال کے طور پر بینک کسی ٹرانسپورٹ کمپنی کو بڑی تعداد میں 'مرابحہ' کے تحت گاڑیاں فروخت کرتا ہے اور اس ٹرانزیکشن میں بینک کو اپنے حقیقی منافع کا علم ہے، تو اس ٹرانزیکشن کیلئے 'وکالہ الاستثمار' کے تحت موکل سے سرمایہ لے کر اسے منافع کا ایک حصہ دینا (fixed ہی کیوں نہ ہو) ناجائز نہیں ہوگا۔

6۔ **'کماڈٹی مرابحہ'**: بینک اسلامی ہو یا مروجہ (سودی) (Conventional) کیلئے اپنے کل ڈیپازٹس کا ایک خاص حصہ فوری ضروریات کیلئے رکھنا ناگزیر ہوتا ہے۔ مروجہ (سودی بینک) اپنی فوری ضروریات کیلئے دوسروں بینکوں کے ساتھ مختصر مدت جو یومیہ، ہفتہ یا مہینہ یا زیادہ ہو سکتی ہے، میں یہ رقم رکھ کر سود کما لیتے ہیں۔ تاہم، اسلامی بینکوں کیلئے کماڈٹی (Commodity) 'مرابحہ' کے ذریعے سرمایہ کاری اس ناگزیر ضرورت کو پورا کرنے کیلئے شریعہ اسکالرز کی طرف سے واحد عارضی اجازت نامہ ہے۔ اس کا متبادل تلاش ہونا چاہیے۔ شریعہ کا اس پر اصرار نہیں ہے، لیکن تکنیکی طور پر بے شمار مشکلات ہیں۔ مروجہ 'کماڈٹی مرابحہ' میں اسلامی بینک ایک وکیل مقرر کرتا ہے، جو اسکی طرف سے ایک خاص رقم کیلئے فوری کیش کے بدلے 'الف' سے کماڈٹی خریدتا ہے اور اسکو منافع شامل کرکے اُدھار پر 'ب' کو فروخت کرتا ہے۔ بلاشبہ یہ حیلہ ہے، لیکن یہ ایک عارضی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے ہے نہ کہ مستقل حل۔ بصورت دیگر اسلامی بینک کا اربوں کا سرمایہ مرکزی بینک یا کسی اور جگہ بغیر استعمال پڑا ہوگا، جو بہت بڑا نقصان ہوگا۔ یہ بات درست ہے کہ اسلامی بینکوں نے اسکو آسان حل سمجھ رکھا ہے۔ اسکے متبادل کیلئے غور و خوض کی ضرورت ہے۔

پھر یہ بات کہنا کہ اسلامی بینک، سودی بینکوں کو سرمایہ مہیا کرتا ہے، ایک خلافِ حقیقت مفروضہ ہے۔ آج کی دنیا میں غیر اسلامی بینکوں کے ساتھ معاملات ناگزیر ہیں۔ اگر یہ معاملات ہماری شرائط (شریعہ کے قواعد و ضوابط) کے تحت ہوں تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ تاہم، اگر انکی شرائط پر ہوں تو یقیناً غلط عمل ہو گا (شراب مسلمان سے بھی خریدنا حرام ہے، مگر کسی بھی غیر مسلم سے کسی حلال چیز کا خریدنا یا فروخت کرنا حلال ہے۔

اسلامی بینکوں کی تعداد میں اضافے اور صکوک کے اجراء کے بعد اس ضرورت کو پورا کرنے کے مواقع پیدا ہوئے ہیں۔ اب تو کئی مغربی ممالک تک نے بھی ان صکوک کا اجراء شروع کر دیا ہے۔ 1975ء سے اب تک سیکڑوں اسلامی بینکوں کا قائم ہونا، دنیا میں 'اسلامی بینکاری' کو ایک متبادل کے طور ماننا، ہزاروں افراد کا 'اسلامی بینکاری' نظام کا حصہ بننا اور اسی طرح کے دوسرے مرحلہ وار اقدامات، حقیقی اسلامی معیشت کے قیام کی طرف پیش قدمی ہے۔[14]

اسلامی بینکوں کا نظام مثالی نہ سہی، اصل مقصد کی طرف ایک سفر ہے۔ ان میں موجود خامیوں کی محض نشاندہی ضروری نہیں بلکہ ان کے حل کی تجاویز ایک بہترین عمل ہو گا۔ بینک، اسلامی نظامِ معیشت کا ایک اہم جزء ہے اور اسکے فوائد کسی انسانی معاشرے تک پہنچانے کیلئے مجموعی ماحول کی تبدیلی کیلئے وقت درکار ہے۔ ایک بڑی رکاوٹ عوام میں اسکے بارے عدم آگاہی ہے، جسکے ذمہ دار اسلامی بینک بھی ہیں۔ اس وقت ملک کی کئی یونی ورسٹیوں میں 'اسلامی بینکاری' کے بارے ڈگری پروگرام شروع ہو چکے ہیں جو ایک اہم پیش رفت ہے۔ ایجادات ہوں یا نئے اداروں کا قیام، ترقی کی منازل کیلئے وقت درکار ہوتا ہے۔ اس راہ میں بے شمار مشکلات حائل ہیں، جنکے حل کیلئے حکومتی اداروں، 'اسلامی بینکاری' کے شعبہ سے منسلک ذمہ داروں، شریعہ اسکالروں اور قانون ساز اداروں سمیت سب کو اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔

اشکالات کے خاتمہ کیلئے کچھ تجاویز

عصر حاضر میں اسلامی بنکاری پر موجودہ اشکالات کے خاتمہ پر مندرجہ ذیل سامنے آتی ہیں:

1۔ شریعہ اسکالرز کا بنیادی علم اسلامی فقہ اور تجارت کے بارے احادیث پر مبنی ہوتا ہے۔ بیش تر شریعہ اسکالرز موجودہ بینکنگ کے تفصیلی تکنیکی علم اور ان بینکوں کے آپریشنل (operational) طریق کار سے مکمل آگاہی نہیں رکھتے۔ بینکوں کے بعض ذمہ داران، انکے سامنے ایسی تمام تکنیکی معلومات مہیا بھی نہیں کرتے، جس سے کئی خرابیاں جنم لے سکتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ شریعہ بورڈ میں ایک بینکر ضرور شامل ہو، تاکہ آپریشنل معاملات میں انکی مدد کر سکے۔

2۔ بینکاروں کی اسلامی نظم معیشت کے تحت پیشہ ورانہ تربیت کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ بعض اوقات اسلامی بینک میں کام کرنے والے اپنی لاعلمی کی بنیاد پر اپنے موکل یا عام عوام کی صحیح رہنمائی نہیں کرپاتے اور یوں اسلامی بینکوں کے بارے غلط معلومات کیوجہ سے کئی اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔[15]

3۔ اسلامی بینکوں کے کرتا دھرتا اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتے ہوئے شریعہ اسکالرز کے ساتھ مل کر کمرشل لا میں تبدیلی کیلئے اسٹیٹ بینک اور وزارت خزانہ کے تعاون سے 'اسلامی بینکاری' کیلئے ضروری قانون سازی کروائیں۔

تاکہ سرمایہ کاری کرنے والے بینکوں کے سرمایہ کو قانونی تحفظ بھی مہیا ہو۔ جسکی عدم موجودگی کیوجہ سے 'مشارکہ' میں سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر ہے۔

4۔ قومی نصابِ تعلیم میں اسلامی معیشت کے خدوخال اور 'اسلامی بینکاری' کے بارے مختلف درجوں کیلئے اسباق شامل کیے جائیں۔

اسلامی بینکاری کی ترویج دینے کیلئے مختلف ممکنہ حل اور تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلی تجویز یہ ہے کہ اسلامی بینکاری کے نظام کو مزید شریعت کے مطابق بنایا جائے، تاکہ اسکی ساکھ اور اعتماد میں اضافہ ہو۔ اسکیلئے ضروری ہے کہ اسلامی بینکوں کے مالیاتی طریقوں جیسے مرابحہ، اجارہ اور مضاربت کو زیادہ شفاف اور سادہ بنایا جائے تاکہ عوام انکے فوائد اور اصولوں کو بہتر طریقے سے سمجھ سکیں۔

دوسرا حل یہ ہے کہ اسلامی بینکاری کی مصنوعات کی تفصیل اور انکی افادیت پر آگاہی بڑھائی جائے۔ عوامی سطح پر آگاہی کی کمی کیوجہ سے اسلامی بینکاری کی مقبولیت کم ہے، اس لیے اسکے فوائد اور شریعت کے مطابق اصولوں کو عوام تک پہنچانے کیلئے مہمات چلائی جاسکتی ہیں۔

تیسری تجویز یہ ہے کہ حکومت اسلامی بینکاری کیلئے ایک مضبوط اور واضح ریگولیٹری فریم ورک فراہم کرے تاکہ بینکوں کو اپنی سرگرمیاں شریعت کے مطابق چلانے میں سہولت ہو۔ اس میں اسلامی مالیاتی اداروں کیلئے مخصوص قوانین اور ضوابط کی تشکیل ضروری ہے، تاکہ انکی فعالیت کے دوران کوئی قانونی پیچیدگیاں نہ ہوں۔

اسکے علاوہ، اسلامی بینکوں کیلئے سرمایہ کاری کے مزید مواقع فراہم کیے جائیں تاکہ وہ معیشت کی ترقی میں مؤثر کردار ادا کرسکیں۔ عالمی مالیاتی نظام کے ساتھ ہم آہنگی کیلئے اسلامی بینکوں کو جدید فنانشل ٹیکنالوجیز کا استعمال کرنا چاہیے تاکہ وہ عالمی معیار کے مطابق کام کرسکیں۔ آخر میں، اسلامی بینکاری کی ترویج کیلئے بینکوں کی حکمرانی اور داخلی نگرانی میں بہتری لائی جائے، تاکہ انکی مالی سرگرمیاں شفاف اور اخلاقی اصولوں کے مطابق ہوں، اور ان پر عوام کا اعتماد بڑھ سکے۔

اسلامی بینکاری کو ایک متبادل مالیاتی نظام کے طور پر متعارف کرایا گیا تھا، جس کا مقصد ایک ایسا معاشی ڈھانچہ تشکیل دینا تھا جو سود سے پاک اور اسلامی اصولوں کے مطابق ہو۔ تاہم، معاصر اسلامی بینکاری پر مسلسل تنقید کی جاتی رہی ہے کہ یہ اپنے اصل مقاصد حاصل

کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ پاکستان میں بھی مختلف ماہرین، علماء، اور معیشت دان اسلامی بینکاری کے طریقہ کار، اسکے عملی نفاذ، اور اسکے حقیقی اثرات پر سوالات اٹھاتے ہیں۔ ناقدین کا ماننا ہے کہ اسلامی بینکاری کے کئی مروجہ ماڈلز عملی طور پر روایتی بینکاری سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور ان میں اسلامی اصولوں پر مکمل عمل درآمد کی کمی پائی جاتی ہے۔

پاکستان میں عصری اسلامی بینکاری کے نقاد بنیادی طور پر دو گروہوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں: ایک وہ جو اسے مکمل طور پر غیر اسلامی قرار دیتے ہیں، اور دوسرے وہ جو اسلامی بینکاری کے موجودہ ماڈلز میں اصلاحات کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ پہلے گروہ کا مؤقف ہے کہ اسلامی بینکاری کا موجودہ ڈھانچہ درحقیقت روایتی بینکاری کا ایک نیا چہرہ ہے، جس میں سود کو مختلف ناموں سے جاری رکھا گیا ہے۔ دوسرے گروہ کے مطابق، اسلامی بینکاری کو بہتر بنایا جاسکتا ہے، لیکن اسکیلئے بڑے پیمانے پر قانونی اور شرعی اصلاحات درکار ہیں۔

اسلامی بینکاری کے مروجہ طریقوں پر ہونے والی تنقیدات میں سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ اسلامی بینک زیادہ تر مرابحہ، اجارہ اور استصناع جیسے ماڈلز پر انحصار کرتے ہیں، جو کسی نہ کسی حد تک روایتی سودی بینکاری کے متبادل سمجھے جاسکتے ہیں، مگر حقیقی معنوں میں اسلامی معیشت کے اصولوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔

مزید برآں، اسلامی بینک عملی طور پر مضاربہ اور مشارکہ جیسے حقیقی شراکت دار ماڈلز کو محدود پیمانے پر استعمال کرتے ہیں، جسکی وجہ سے اسلامی بینکاری کی اصل روح کمزور ہو جاتی ہے۔ بعض ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ اسلامی بینکاری محض روایتی بینکاری کا ایسا ورژن ہے جو مخصوص شرعی اصطلاحات کو استعمال کر کے اسے "اسلامی" بنا کر پیش کرتا ہے، جبکہ عملی سطح پر زیادہ تر طریقے روایتی مالیاتی ڈھانچے سے مماثلت رکھتے ہیں۔

ان تمام مسائل کے پیش نظر، اسلامی بینکاری کو حقیقی معنوں میں ایک مستحکم اور شریعت پر مبنی مالیاتی نظام بنانے کیلئے کچھ ممکنہ حل اور تجاویز پیش کی جارہی ہیں۔ سب سے پہلے، اسلامی بینکاری میں شفافیت اور گورننس کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے، تاکہ یہ بینک محض منافع حاصل کرنے کے بجائے اسلامی اصولوں کے مطابق معیشت کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ دوسرا، اسلامی بینکوں کو چاہیے کہ وہ مضاربہ اور مشارکہ جیسے حقیقی شراکت دار ماڈلز کو فروغ دیں اور پیداواری معیشت میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کاری کریں، تاکہ اسلامی بینکاری کو محض روایتی بینکاری کا ایک متبادل سمجھنے کے بجائے اسے ایک مکمل اسلامی مالیاتی نظام کے طور پر تسلیم کیا جا سکے۔ تیسرا، اسلامی بینکاری کی شرعی نگرانی کو مزید مؤثر بنانے کیلئے شریعت بورڈز کو مکمل خود مختاری دی جائے، تاکہ اسلامی بینکاری کے اصولوں پر عمل درآمد یقینی بنایا جاسکے۔

مجموعی طور پر، اسلامی بینکاری کے موجودہ ماڈلز پر شدید تنقید کے باوجود، اس میں بہتری کیلئے اصلاحات کی گنجائش موجود ہے۔ اگر اسلامی بینکاری کو حقیقی اسلامی اصولوں کے مطابق تشکیل دیا جائے، اسکی ریگولیشن کو مضبوط کیا جائے، اور اسے صرف مالیاتی منافع تک محدود در

کھنے کے بجائے حقیقی معیشت کی ترقی میں کردار ادا کرنے والا نظام بنایا جائے، تو یہ ایک مؤثر اسلامی مالیاتی ماڈل کے طور پر ابھر سکتا ہے۔ بصورت دیگر، اسلامی بینکاری کی موجودہ شکل پر تنقید جاری رہے گی اور یہ روایتی بینکاری کا محض ایک متبادل تصور ہی بنی رہے گی، جو اپنے اصل مقاصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہے گی۔

خلاصہ

اس مقالے میں اسلامی بینکاری کے موجودہ ماڈلز پر ہونے والی علمی و عملی تنقیدات کا جائزہ لیا گیا ہے۔بنیادی طور پر اس پر تین بڑے اعتراضات سامنے آتے ہیں: (1) معیاری ضابطے اور حقیقی شراکت داری کی کمی، (2) شفافیت اور احتساب کے مسائل، اور (3) لیکویڈیٹی اور رسک مینجمنٹ کی کمزوریاں۔ناقدین کے مطابق ان مسائل کے باعث اسلامی بینکاری کو روایتی سودی نظام سے مکمل طور پر ممتاز نہیں کیا جا سکتا۔ تحقیق میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ عالمی سطح پر اسلامی بینکاری نے کامیاب ماڈلز پیش کیے ہیں، جن سے پاکستان میں استفادہ ممکن ہے۔مقالہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اگر اسلامی بینکاری کو مقاصدِ شریعت کے مطابق شفاف، فلاحی اور شراکتی بنیادوں پر استوار کیا جائے تو یہ نہ صرف روایتی بینکاری کا حقیقی متبادل بن سکتا ہے بلکہ عوامی اعتماد اور معاشی استحکام کا ذریعہ بھی ثابت ہوگا۔

حوالہ جات

---

[1] Al-Qaradawi, Yusuf. Fiqh al-Zakat: A Comparative Study of Zakat Regulations and Philosophy in the Light of the Qur'an and Sunnah. 2nd ed. Jeddah: Scientific Publishing Centre, King Abdulaziz University, 2000.

[2] محمد اقبال، اسلامی مالیات اور بینکاری (کراچی: اسلامی اکادمی پبلیکیشنز، 2015)، ص 45-47

[3] تقی عثمانی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2010ء)، ص 123

[4] نجات اللہ صدیقی، "اسلامی بینکاری میں روایتی ماڈلز کی نقالی کے خطرات،" اسلامی معاشیات ریسرچ نیٹورک، 12 مئی 2010، https://www.islamic-economics.net/siddiqi-murabaha-critique.

[5] https://ur.wikipedia.org/wiki/%D9%85%D8%AD%D9%85%D8%AF_%D9%86%D8%AC%D8%A7%D8%AA_%D8%A7%D9%84%D9%84%DB%81_%D8%B5%D8%AF%DB%8C%D9%82%DB%8C

[6] https://thehindustangazette.com/latest-news/islamic-economist-dr-najatullah-siddiqui-passed-away-11806

[7] نجات اللہ صدیقی، اسلامی معاشیات: نظریہ اور عمل (لاہور: اسلامی اکادمی پبلیکیشنز، 2005)، ص 120-125

[8] ماہنامہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ فروری 2006ء

[9] https://ur.wikipedia.org/wiki .accessed on 2024

[10] نجیب اللہ، اسلامی بینکاری: تاریخ اور ارتقاء (کراچی: اسلامی اکادمی، 2010)، ص 55-60

[11] نجیب اللہ، اسلامی بینکاری: تاریخ اور ارتقاء (کراچی: اسلامی اکادمی، 2010)، ص 63

[12] احمد، اوصاف، پروفیسر، اسلامی بینک کاری، ص 32

[13] تقی عثمانی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، ص 138

[14] " Commodity Murabaha: A Temporary Solution," Islamic Finance News, March 15, 2020, https://www.islamicfinancenews.com/commodity-murabaha-analysis.

[15] Accounting and Auditing Organization for Islamic Financial Institutions, accessed 12 July 2025, https://aaoifi.com/standards-development-and-revision-processes/?lang=en.